ڈاکٹر گل عباس اعوان
پرنسپل گورنمنٹ کامرس کالج، کوٹ سلطان (لیہ)
ڈاکٹر عنایت حسین لغاری
شعبہ سندھی، وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی

حضرت روحل فقیرؒ کی شاعری میں انسان دوستی: ایک تحقیقی مطالعہ

HUMANISM IN THE POETRY OF ROHAL FAQEER

Abstract

Humanism is a rational philosophy. It is supported by all the religions and their massagers. They all affirmed the dignity of each human being. They all supported the maximization of individual liberty and opportunity. They always stood for equality of human rights and duties. The West brought the idea of humanism in the 14th Century. But the Islam supports these ideologies from its beginning. Even before the creation of the earth, Allah gave honor and respect to human being. The same ideas were preached by the saints of Islam. Rohal Faqeer is one of the Sufis who supported for humanity through their poetry. This article of the poet who defines humanism. It also throws light on the values of humanism. It is believed by the Sufi and the man of today, that if these values are adopted, a peaceful society will take birth. Actually humanism is an effort for a peaceful society. The poetry of Rohal Faqeer is still playing its role of purifying the man.

انسان کس قدر عظیم ہے اس کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی تخلیق سے قبل ہی، کائنات کا موضوعِ خاص تھا، اب بھی ہے اور، وہ تاابد بھی، موضوعِ خاص رہے گا۔ تمام مذاہب، اُسی کے گرد گھومتے ہیں۔ دُنیا کی تمام معلوم تہذیبوں میں، اُسے مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ لہذا تمام بنی نوع انسان، اُن کے مذاہب، مفکرین، فلسفی اور رشی، جس ایک بات پر متفق ہیں، وہ انسان دوستی ہے۔ تمام مصلحین اور مفکرین عظمتِ بشر، فلاحِ بشر، احترامِ آدمیت، رواداری، مساوات، بے تعصبی، وسیع المشربی، تحمل اور برداشت کا درس دیتے آرہے ہیں۔ انسان کی یہی خیر خواہی، اُس کے لئے نیک تمنائیں، اُس کی بہتری کی کوشش، دراصل انسان دوستی ہے۔

انسان دوستی کے موضوع کی طرف جب آتے ہیں اور مختلف مکاتیبِ فکر، کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے، انسان دوستی (Humanism)، لاطینی زبان کے لفظ (Humanus) سے ماخوذ ہے۔ انسان دوستی کے تصور کا نقطۂ آغاز مشہور یونانی مفکر پروٹیگورس (Protagoras) کا وہ قول بتایا جاتا ہے، جس میں اُس نے کہا کہ انسان تمام اشیاء کو ماپنے کا پیمانہ ہے (is the measure of everyting Man)۔ بعدازاں یہی خیال، اٹلی میں چودہویں صدی عیسوی میں ایک تحریک کی صورت میں اُبھر کر سامنے آیا۔ "یہ تحریک جس عہد میں پھلی پھولی، وہ احیاء العلوم کا دور کہلایا۔"(1)

انسان دوستوں کے مطابق " پہلا انسان دوست اٹلی کا مشہور ادیب اور شاعر پیٹرارک (Petrarck) تھا۔"(2)۔ یہ اس قدر رجحان ساز انسان تھا کہ اس کا اثر، ہمیں پوری انسان دوست تحریک میں نظر آتا ہے۔ یہ اپنے معاشرے کا بے لاگ مبصر تھا۔ اس نے کلیساء کے جبر و استبداد، رسوم پرستی اور روایت پرستی کے خلاف آواز اُٹھائی۔ اُس نے اپنے عہد کے لوگوں کا مزاج اور سوچ بدلنے کی کوشش کی۔ وہ عموماً کہا کرتا تھا کہ لوگ ولیّوں کے جُوتے اور رُومال تو چومتے ہیں، مگر اُن کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے۔ رفتہ رفتہ پیٹرارک کی یہ تعلیمات قبولِ عام کا درجہ حاصل کرتی گئیں۔ پیٹرارک کا انتقال 1518ء میں ہوا۔ امریکن ہیومنسٹ ایسوسی ایشن کے مطابق:

> "Humanism is a rational philosophy informed by science, inspired by art and motivated by compassion, affirming the dignity of each human being, it supports the maximation of individual liberty and opportunity, consonant with social and planetary responsibility. Humanism thus derives the goals of life from human need and interest, rather than from theological, ideological abstraction. It asserts that humanity must take responsibility for its own destiny." *(The American Humanist Association)* (3)

(ترجمہ): انسان دوستی ایک ایسا فلسفہ ہے، جسے سائنس نے شعور، آرٹ نے روح، اور جذبۂ ترُحم نے تحرک بخشا۔ یہ فلسفہ عظمتِ بشر کا اقرار کرتا ہے۔ یہ ایسی انفرادی آزادی اور مواقع کی حمایت کرتا ہے، جس میں سماجی اور ارضی ذمہ داریاں شامل ہوں۔ یہ جمہوریت اور ایسے آزاد معاشرے کی حمایت کرتا ہے، جس میں انسانی حقوق اور سماجی انصاف میّسر ہو۔ یہ معاشرہ مافوق الفطری عقائد سے آزاد ہو۔ یہ فلسفہ انسان کو فطرت کا حصہ سمجھتا ہے اور اعلیٰ اقدار پر ایمان رکھتا ہے۔۔۔ خواہ یہ اقدار مذہبی، اخلاقی، سماجی اور سیاسی ہوں۔۔۔ مزید یہ کہ

ان اقدار کا ذریعہ انسانی تجربات اور ثقافت ہو۔ اس طرح انسان دوستی، انسانی زندگی کے مقاصد، نظریاتی اور تصوراتی خیالات کی بجائے، انسانی ضروریات اور دلچسپی کی اشیاء سے حاصل کرتی ہے۔ یہ فلسفہ اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ انسانیت کو اپنی منزل حاصل کرنے کے لئے اپنی ذمہ داریاں قبول کرنی چاہییں۔''

احیاءالعلوم ایک علمی تحریک تھی۔اس تحریک سے منسلک لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ قدیم ادباء کی تحریروں کواُن کے تاریخی پس منظر میں دیکھااور سمجھا جائے۔ حق اور سچ کے مُتلاشی یہ لوگ، عیسائی مبلغین کی تحریروں کو شک کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ یہ مبلغین، ان تحریروں کی تشریح، اپنے مقاصد کے لئے کر رہے ہیں۔ایک انسائیکلوپیڈیا میں انسان دوستی کے تعریف، کچھ اِن الفاظ میں درج ہے۔

''قرونِ وسطیٰ کی عیسائیت نے انسان کے ارضی کردار کا مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ انسان بعد از موت، اللہ تعالیٰ کے رحم کا محتاج ہے،اس پر انسان دوستوں نے انسانی زندگی کی قدر و قیمت کو.. زندگی قبل از موت..، کے تناظر میں دیکھا اور زندگی سے بھرپور لطف اندوز ہونے پر زور دیا۔ مزید برآں انسان کی عظیم صلاحیتوں کا اعتراف بھی کیا۔''(4)

اس تعریف سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انسان دوست (Humanist) بنیادی طور پر، انسانی عظمت کے قائل ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انسان کو اپنی صلاحیتوں پر اعتماد کرتے ہوئے، ان کا بھرپور استعمال کرنا چاہیے۔انسان دوستی کی ایک اور تعریف کے مطابق:-

''ہیومنزم، ایک ذہنی رویہ ہے، جو کہ بنیادی طور پر انسان، اُسکی صلاحیتوں، اُس کے معاملات، دُنیاوی خواہشات اور اُسکی فلاح و بہبود پر توجہ دیتا ہے۔ یہ لاطینی زبان کے لفظ Humanu سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب انسان (Human) ہے۔ دراصل لاطینی زبان کا لفظ Homo، انگریزی زبان کے لفظ (Man فرد اور لاطینی زبان کا لفظ (Homines) انگریزی زبان کے لفظ (Mankind) کے مترادف ہے۔''(5)

ان تعریفوں سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انسان دوستی ایک فلسفیانہ نظریہ ہے جو انسان کو عظیم، عاقل اور خود مختار دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنے فیصلوں میں آزاد ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان دوستی ایسا فلسفہ ہے جو عظمتِ بشر کا اقرار کرتا ہے۔ یہ ایسی انفرادی آزادی اور مواقع کی حمایت کرتا ہے، جس میں فرد پر سماجی اور ارضی ذمہ داریاں بھی عائد ہوں۔ یہ ایسے معاشرے کی بھی حمایت کرتا ہے۔

''جس میں انسانی حقوق اور سماجی انصاف میسر ہو۔ یہ معاشرہ مافوق الفطری عقائد سے آزاد ہو۔

یہ فلسفہ انسان کو فطرت کا حصہ سمجھتا ہے اور اعلیٰ اقدار پر ایمان رکھتا ہے۔ خواہ یہ اقدار مذہبی، اخلاقی، سماجی اور سیاسی ہوں۔ مزید یہ کہ ان اقدار کا ذریعہ، انسانی تجربات اور ثقافت ہو۔ اس طرح انسان دوستی، انسانی زندگی کے مقاصد، نظریاتی اور تصوراتی خیالات کی بجائے انسانی ضروریات اور دلچسپی کی اشیاء سے حاصل کرتی ہے۔ یہ فلسفہ اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ انسانیت کو اپنی منزل حاصل کرنے کے لئے، اپنی ذمہ داریاں قبول کرنی چاہئیں۔"(6)

اگر مغربی مکاتیبِ فکر کی انسان دوستی کی تعریفوں کو مدِ نظر رکھا جائے تو کچھ اس طرح کے نکات سامنے آتے ہیں۔ جن کے مطابق انسان دوستی، اُردو زبان کی اصطلاح ہے۔ یہ انگریزی کے لفظ Humanism کا ترجمہ ہے۔ یہ ایک فلسفہ، نظریہ، عقیدہ اور رویہ ہے۔ یہ انسان، اُس کی صلاحیتوں، اُس کے معاملات، اُسکی دُنیاوی خواہشات کا مطالعہ کرتا ہے۔ یہ انسان کی فلاح و بہبود پر توجہ دیتا ہے۔ یہ فلسفہ انسانی عظمت کا قائل ہے اور اُس کے تسلیم کیے جانے پر زور دیتا ہے۔

اس کے مقابل، اگر ہم اسلام کے تصورِ انسان دوستی پر نگاہ ڈالیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک ہر نبیِ مکرم نے انسانی عظمت کے اعتراف کرنے پر زور دیا۔ انسان کی ابتدا ہی میں فرشتوں کو یہ حکم دے کر، کہ انسان کو سجدہ کرو، اللہ تعالیٰ نے انسانی عظمت کا معیار قائم کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر کسی نے انسان کی عظمت کو تسلیم نہیں کیا، تو اُسے ابلیس قرار دیکر دھتکار دیا گیا۔ یوں، میرے نزدیک، اسلام میں انسان دوستی کا تصور بہت قدیم بھی ہے اور مسلسل بھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ اسلام کے تصور انسان دوستی کی دو خوبیاں، اہلِ مغرب کے تصورِ انسان دوستی سے مختلف بھی ہیں اور نمایاں بھی۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ، انسان کو خاص خصوصیات سے مُتصف دیکھنا چاہتا ہے۔ اور یہ کہ یہ خوبیاں، انسان کی ذات میں اُسی وقت آسکتی ہیں، جب وہ، اسلام کی تعلیمات پر ایمان لائے گا۔ فلسفۂ اسلام کی روشنی میں، انسان دوست:

> "اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں (2:2)۔ آخرت پر یقین رکھتے ہیں (4:2)۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر صدقہ و خیرات کرتے ہیں (27:40)۔ اپنا جان و مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں (9:111)۔ خواہشاتِ نفس پر قابو رکھتے ہیں (5:23)۔ خود بھی رحم کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی رحم کرنے کی تلقین کرتے ہیں (17:90)۔ راست گو ہیں (2:23)۔ لالچ سے پرہیز کرتے ہیں (16:64)۔ (القرآن)"(7)

سرائیکی برِصغیر پاک وہند کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک زبان ہے۔ آریائوں کی کتابِ

مقدس، رگِ وِید، بھی یہیں وادیٔ سندھ میں تخلیق ہوئی۔ بُدھ مَت بھی اسی علاقے میں موجود رہا۔ مزید یہ کہ یہاں پر موجود دیگر مذاہب اور عقائد کے مذہبی اکابرین اپنے اپنے انداز میں، لوگوں کو راہِ حق اور انسان دوستی کا راستہ دکھاتے رہے۔ اسلام نے بھی انسان کو آفاقی اور ابدی حقیقتوں سے روشناس کرایا۔ اسلام کی تعلیمات میں یہ بات تسلسل سے آتی رہی کہ دُنیاوی مال و دولت عارضی شئے ہے۔ بقا، صرف اخلاقی قدروں کو ہے۔ وادیٔ سندھ کی اخلاقی اور انسان دوستی کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر علمدار حسین بخاری لکھتے ہیں:

"ان میں مختلف مذہبی و ثقافتی روایات کے لئے قبولیت اور برداشت اور ان کے ساتھ بقائے باہمی (Co-existence) کی جد وجہد کا انتہائی دلکش منظر نامہ اُبھرتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے گنانوں میں زیادہ تر محبت اور امن وآشتی کا پیغام ملتا ہے۔ اِن میں بھگتی تحریک کے زیرِاثر ہونے والی شاعری کی طرح احترامِ انسانیت، رواداری، دُنیا کے عارضی اور فانی ہونے پر یقین کی بنا پر حرص وہوس سے پرہیز اور دیگر اخلاقی مضامین کا مخصوص انداز میں اظہار ملتا ہے۔"(8)

یہ سب اس خطے کی انسان دوستی کا پس منظر بنتا ہے۔ یہ پس منظر سندھی صُوفیا کے پیش منظر بھی تھا۔ وادی سندھ اپنی وسعت کی طرح اپنی قدروں میں بھی وسعت رکھتی ہے۔ روحل فقیرؒ، اِسی وادیٔ سندھی کی ایک میٹھی اور مَن بھاونی آواز ہیں۔ انسان دوستی کی یہ قدریں وہاں کی شاعری کا پس منظر بنتی ہیں۔ فقیری، انسان دوستی کی ایک خوبصورت قدر ہے۔ یہاں تو فقیر، روحلؒ سئیں کے نام کا حصہ ہے۔ آپؒ کے والدِ محترم کا نام شاہو فقیر تھا۔ روحل فقیرؒ کا سنِ پیدائش 1733ء یا 1734ء بتایا جاتا ہے۔(9)

روحل فقیر تھر کے علاقے عمر کوٹ کے قریب پیدا ہوئے، آج بھی وہاں روحل واءِ کے نام سے گاؤں موجود ہے۔ آپ کا تعلق بلوچ قوم کی شاخ زنگیجا سا تھا۔

"میاں غلام شاہ، روحل فقیر سئیں کی تمام صفات سے پوری طرح واقف تھا۔ نرم مزاج، نمانتا سے متصف، حرص وہوس سے پاک۔ میاں صاحب، اُن کے سرپرست بن گئے۔"(10)

بندے یوں ہی معزز نہیں بن جاتے۔ زمانہ اُسی وقت ہی کسی کا احترام کرتا ہے، جب وہ اپنے کردار سے اپنے آپ کو لائقِ احترام ثابت کرتا ہے۔ میاں غُلام شاہ کے ہاں ملازمت کے بعد، روحل فقیرؒ نے، اپنے عمل سے اپنا مقام و مرتبہ بنایا۔ میاں غلام شاہ نے اُنہیں توشہ خانہ کا انچارج مقرر کر دیا۔ مگر، روحل فقیرؒ، اتنا بڑا عہدہ حاصل کرنے کے باوجود، فقیر، ہی رہے۔ حقیقت یہ کہ، یہ فقیر، خالی فقیر ہی نہیں تھا، ایک جہاں دیدہ اور دُور اندیش انسان تھا۔ میاں غلام شاہ کی وفات کے بعد، اُن کے بیٹے اور نئے

بننے والے حکمران کی بابت روحل فقیرؒ کو اندازہ لگانے میں نہ تو دیر ہوئی اور نہ غلطی۔ روحل فقیرؒ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اب حالات ویسے نہیں رہیں گے۔ اُنہوں نے حکمران کے سامنے کلمۂ حق ادا کیا، ملازمت سے استعفیٰ دیا اور نئی منزل کی تلاش میں نکل پڑے۔ کئی علاقوں کی سیر کی۔ اسی سیر و سیاحت کے دوران میں، اُنکی ملاقات شاہ عنایت اللہ سے ہوئی اور آپ اُن کی مریدی میں آ گئے۔

روحل فقیر سندھی، ہندی، سرائکی، مارواڑی اور فارسی میں شاعری کہ ہندی میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ ہندی میں آپ کے چار رسائل بہت مشہور تھے۔ (12)

روحل فقیرؒ سئیں، ایک بے چین روح تھے۔ سیر و سیاحت اور نئی دُنیائوں کی تلاش نے اُنہیں ایک جگہ ٹکنے نہ دیا۔ آپ پھر سیاحت کو نکل پڑے۔ اسی دوران میں اُنہیں جودھ پُور جانے کا اتفاق ہوا، جہاں اُن کی ملاقات راجہ بجیا سنگھ سے ہوئی۔ اُسے بھی روحانیت کی تعلیم دی۔ ایک عرصہ تک ہندو سادھوں سے بھی ملاقات رہی۔ پھر وہاں سے بھی روانہ ہو پڑے۔ لیکن زندگی کو کہیں نہ کہیں تو رُکنا ہوتا ہے۔ زندگی کے سفر میں چلتے چلتے اُن کی چادر کا ایک پلو، ایک چھوٹی کنڈی (ایک خودرو پودا) میں اُلجھ کے رہ گیا۔ آپ نے پہلے تو، اسے چھڑوانے کی کوشش کی، مگر پھر اسے غائبی اشارہ اور حکمِ ربّی سمجھتے ہوئے وہیں ڈیرے لگا لئے۔ اِسی نسبت سے اس جگہ کا نام "کنڈری" پڑ گیا۔ روحل فقیرؒ سئیں نے اپنی وفات (1804ء) تک یہیں قیام پزیر رہے۔

روحل فقیرؒ سئیں کو فقیری اور انسان دوستی کہاں سے ملی، اس کے سارے اشارے شاہ عنایت اللہ شہید کی طرف جاتے ہیں۔ شاہ عنایت اللہ سلسلہ قادریہ کے ایک نامور بزرگ تھے۔ شاہ عنایت اللہ کے بارے بتایا جاتا ہے کہ آپ ملتان کے رہنے والے تھے۔ ظاہری اور روحانی تعلیم مکمل کرنے کے بعد، اُنہوں نے ٹھٹھہ (سندھ)، میں سکونت اختیار کر لی۔

> "روحل فقیر کے کلام کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کہ شاعری میں تصوف کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ آپ کی شاعری کی زبان سادہ لیکن فصیح و بلیغ ہے۔" (12)

روحل فقیرؒ سئیں کو انسان دوستی کی ساری قدریں، اپنے پیر و مرشد سے عطا ہوئیں تھیں۔ روحل فقرؒ، خوددار بھی تھے اور استحصالی طبقہ سے شدید متنفر بھی۔ یہی وجہ ہے کہ میاں غلام شاہ کی وفات کے بعد، وزارت سے استعفیٰ دے کر، پھر، سے فقیری اختیار کر لی۔ شاہ عنایت اللہ صُوفی اور انسان دوست تھے۔ یہی دونوں خوبیاں، روحل فقیرؒ سئیں میں بھی تھیں۔

سلسلہ قادریہ کے بزرگوں کی ایک خوبی یہ بھی ہے اُن کا میل جول تمام عقائد کے لوگوں سے

یکساں رہتا ہے۔ شاہ عنایت اللہ شہید، سئیں سچل سرمستؒ، سئیں قادر بخش بیدلؒ اور روحل فقیرؒ سئیں کے پاس مسلمان، ہندو، سب لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ اِن آنے والوں میں سے متعدد لوگ مخلص اور دلی طور پر معتقد بھی تھے۔ بندے سے اسی جُرأت نے، روحل فقیرؒ کے طفیل سندھ میں، وسیع المشربی، وسیع القلبی اور اعلیٰ ظرفی کی روایت کو آگے بڑھایا۔ انسان دوستی کی یہ اقدار پُرامن معاشرہ کی تشکیل میں مدومعاون ثابت ہوتی ہیں۔ تحمل، برداشت اور خاص طور پر مذہبی برداشت، معاشروں کو پُرامن اور خوشحال رکھتی ہے۔ یہ قدریں امن اور ترقی کی بنیاد ہیں۔ آج کی مذہبی عدم برداشت اور تنگ نظری نے، منفی بنیاد پرستی کو جنم دیا ہے۔ منفی بنیاد پرستی نے، انتہا پسندی کو، اور انتہا پسندی نے دہشت گردی کو جنم دیا ہے۔ آجکل وسیع پیمانے پر نظر آنے والی دہشت گردی، قتل و غارت، دھماکے، اندھادُھند فائرنگ، سب عدم برداشت اور تنگ نظری کی پیداوار ہیں۔

روحل فقیر سئیںؒ کی تعلیمات اور مذہبی افکار نے اُن کے زمانے اور آنے والے تمام زمانوں کو، وسیع المشربی عطا کی ہے۔ وسیع المشربی نے ہمیشہ امن، سلامتی، رواداری، محبت، اخلاص اور برابری کی فضا قائم کی ہے۔ بُغض، حسد، نفرت، لسانی، فرقہ پرستی اور طبقاتی اختلافات کا خاتمہ اسی سے ہی ممکن ہے۔ انسان دوستی کی یہ قدریں، انسانیت پسندی کو فروغ دیتی ہیں۔ ایک پُرامن معاشرہ، اسی سے ہی معرضِ وجود میں آئے گا۔ انسان دوستی کی قدروں میں ایک قدر، راضی بہ رضاالٰہی رہنا ہے۔ تسلیم و رضا میں بڑا سُکھ رکھا ہے۔ روحل فقیر سئیںؒ فرماتے ہیں۔

زاری وِچ رہیں، توں نڑیں ملے دلاسا
ایہ جگ بازیگر دی بازی، رکھیں نہ بھرواسا
ڈاڈھے نال شراکت کمینی، کن تولا، کن ماسہ
روحل تھی رضا تے راضی، پائیں سُکھ سواسا

(ترجمہ): جگ میں چاہے کچھ بھی پالو، کرنا پھر بھی عاجزی
یہ دُنیا سب اس کا کھیل ہے، کسی کا کیا اعتبار
زوراور سے کیسی شراکت، کیا تولا، کیا ماسہ
روحل اُس کی رضا پہ راضی، پائے سُکھ ہر بار

اِس دُنیا میں تو اپنے لئے جینا بھی بہت مشکل کام ہے، اور جو، لوگ دوسروں کے لئے جیتے ہیں، وہ تو بہت ہی مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔ چونکہ انسان دوستی دوسروں کے لئے جینے کا نام ہے، اس لئے انسان دوست کو بھی قدم قدم پہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ اپنے لئے جینے والے،

بعض اوقات تو اپنی زندگی میں مر، مِٹ جاتے ہیں، یا، پھر اُن کی موت کے کچھ عرصہ بعد، اُن کا نام لیوا، بھی کوئی نہیں ہوتا، جبکہ انسان دوست اپنی موت کے بعد بھی، اَمر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اُن کا ہر عمل فلاحِ بشر کے لئے ہوتا ہے۔

ن نوبت وَجدی عِشقاں والی، پیر اُٹھائیں کوں پاوے
بار براہ دا اوکھا ڈاڈھا، سر ڈے کے سورھیہ چاوے

ترجمہ: جب عشق کی نوبت بجتی ہے، تو اُسے سُن کر ہمت والے ہی میدان میں آتے ہیں
عشق کا بار اُٹھانا بہت ہی مشکل ہے۔ اِسے اُٹھانے کے عوض، سر، پیش کرنا پڑتا ہے۔

سلسلہ قادریہ میں یہ خیال عام ہے، کہ " جاگ بِناں دودھ جَمدے ناہی " کہ جیسے جاگ کے بغیر دودھ، دہی نہیں بنتا، اِسی طرح کسی مرشد کامل کے بغیر، منزل تک پہنچنا محال ہے۔ روحل فقیر سئیںؒ بھی اسی نظریہ کے تحت، ایک مرشد کامل کا ہاتھ تھامے، انسان دوستی کے راستے پر چلتے رہے۔ مرشد نے اُنہیں عشق کی بَھٹی میں ڈال کر، سونے سے کندن بنا دیا۔

کامل مرشد راہ بتایا روحل، وِچوں روحِ اللہ، پایا
آخر ذات ملی وِچ ذاتیں ڈیندا عشق آگاہی ہے

واقعی، عشق اپنی ذات اور ذاتِ الٰہی سے آگاہی دیتا ہے۔ جب انسان کو یہ آگاہی حاصل ہو جاتی ہے، کہ وہ کس عظیم ذات کا حصہ ہے، تو، وہ سب سے پہلے اپنے مَن کا میل اُتارنے کے عمل میں لگ جاتا ہے۔ مَن پر میل کی سب سے پہلی تہہ، طمع، کی ہوتی ہے۔ جب انسان یہ تہہ اُتار لیتا ہے تو، انسان دوستی کی راہ پر آجاتا ہے۔ اس صراطِ مستقیم پر مسلسل چلنے والا گیانی (انسان دوست)، بالآخر اُس عظیم تر انسان دوست (اللہ تعالیٰ)، کی قُربت میں پہنچ جاتا ہے۔

طالب ترک کریں جے طمع نال تمامی
ہفت ولایت تیڈے خادم، سجن صاف سلامی
تُوں صاحب دا، صاحب تیڈا، رَمز نہ جانے عامی
روحل موت نہ مارے تیکوں جے ہوویں عرش مقامی

ترجمہ: اگر طالب طمع اور حرص کے تمام باتیں چھوڑ دے تو۔ اے طالب: ہفت ولایت بھی
تیرے خادم بن جائیں گے، اور تمام لوگ صاف دلی سے تجھے سلامی پیش کریں گے اے

طالب، تُوں صاحب (اللہ تعالی) کا، اور اللہ تعالی تیرا ہو جائے گا۔ یہ راز کی بات ہے جو عام بندے کی سمجھ میں نہیں آئیگی۔ اے روحل، اگر تُوں نے اپنا تعلق عرش والے سے جوڑ لیا، تو، تجھے (تیرے نام کو) موت بھی نہیں آئے گی۔

عاجزی، انکساری اور راضی بہ رضائے الٰہی، انسان دوستی کی نمایاں قدروں میں سے ہیں۔ راضی بہ رضائے الٰہی کی ایک عمدہ مثال ہمیں کربلا میں نظر آتی ہے تو، کبھی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے عمل کی صورت میں۔ ایک انسان دوست حضرت اسماعیلؑ کو چھری کے نیچے لٹا دیتے ہیں تو دوسرے انسان دوست کربلا کے میدان میں اپنے پیاروں کو، خود اپنے ہاتھوں سے موت کی طرف روانہ کرتے ہیں۔ اتنی بڑی قربانیاں دینا، عام انسان کے لئے ممکن نہیں۔ روحل فقیر سئیںؒ اس موقعہ پر بھی یہی کہتے ہیں کہ "ہر حالت دے وِچ راہندے راضی، شامت آوے یا راحت" یعنی انسان دوست ہر حالت میں راضی رہتے ہیں خواہ اُنہیں سکون ملے یا سزا۔ روحل فقیر سئیںؒ کے مطابق انسان دوستی، ایسا عشق ہے، جو، ہر شخص نہیں کرتا۔ بارِ خلافت سوائے انسان کے کوئی نہیں اُٹھاتا۔

جیم جڈاں کر سر، تے چایم، بار محبت والا
حال عجائب سر تے آیا، ہر دم حیرت والا
ہر جا راگ ربوبی گاوے، مطرب وحدت والا
سَبھ دی ہمت ناہیں روحل، جانے ہمت والا

ترجمہ: جب سے میں نے سر پہ اٹھایا، بار محبت والا
عجب حال نظر میں آیا، ہر دم حیرت والا
ہر جا راگ ربوبی گائے، مطرب وحدت والا
سب میں ہمت کہاں تھی روحل اُٹھائے ہمت والا

نُور اور ظُلمت میں ہمیشہ سے جنگ جاری ہے۔ نُور، کا کام اندھیروں کو ختم کرنا ہے۔ حرص، لالچ، خود غرضی، تعصب، کوتاہ اندیشی، بے ایمانی، عدم برداشت، ظُلم، ناانصافی، عدم مساوات، عدم رواداری وغیرہ، یہ سب ظُلمت کی علامتیں ہیں۔ جبکہ احساسِ عظمتِ بشر، فلاح، بشر، احترامِ آدمیت، وسیع القلبی، وسیع المشربی، تحمل مزاجی، رواداری، برداشت، نرم مزاجی اور جمہوریت وغیرہ، انسان دوستی کی اقدار ہیں۔ جب انسان، ان اچھی اقدار کو، پریم پیالا، سمجھ کر پیتا ہے، تو، اُس کے اندر وہ نُور پھوٹتا ہے کہ کائنات اپنے سارے سربستہ رازوں سمیت، اُس کے سامنے منکشف ہو جاتی ہے۔ اُس انسان دوست پر، ربوبی رنگ

چڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ وہ سرمستی میں آکر "سدا مگن متوالا" ہو جاتا ہے۔

عین عنایت کیتی ساقی، ڈِتس پریم پیالا
پیون نال شراب طہورا، اندر تھیا اُجالا
لُوں لُوں دے وِچ تھئی خوشحالی، مِٹیا ڈُکھ کشالا
روحل رنگ ربانی رَتا، سدا مگن متوالا

ترجمہ: عین عنایت اُس ساقی کی، بخشا پریم پیالا
پیتے ہی وہ شراب طہورا، اندر ہوا اُجالا
سب تَن اندر آئی خوشحالی، ختم درد کشالا
روحل رنگ وہ لال ربوبی، سدا مگن متوالا

روحل سئیںؒ نہ صرف سُرخ رنگ ربوبی، میں رنگے جاتے ہیں بلکہ وہ اس رنگ میں سدا، مگن متوالے رہنا چاہتے ہیں۔ اس سرخ ربوبی رنگ کی وضاحت بھی وہ خود کرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ انسان دوستی کی مثبت اقدار ہی، دراصل سُرخ رنگ ربوبی ہیں۔

جیم جہاں دُنیا دا طالب، چھوڑ تنہیں دی یاری
حرص، ہوا، تکبر کوں، تک ماریں کیہر کاری
جنہاں عشق اللہ دا چایا، تنہاں تیڈی تاری
روحل تھی قربان تنہاں تُوں، جنہاں ممتا ماری

ترجمہ: جیم جہان دنیا کے طالب، چھوڑ تُوں اِن کی یاری
حرص، ہوا، تکبر سب کو، مارو ضرب کاری
عشق اللہ سے کرنے والے، مدد کریں تمہاری
روحل ہوں قربان میں اُن پر، "میں" جنہوں نے ماری

انسان دوستوں کی منزل، دراصل، اُس عظیم انسان دوست کا قُرب حاصل کرنا ہے، جس کی انسان دوستی میں کوئی شک نہیں۔ جو، اس کائنات کی ازل اور ابد ہے۔ جو، لازوال ہے۔ جو، اَبد اور لااَبد ہے۔ جس کی قربت حاصل کرنے کے لئے تمام مذاہب کے مفکر، رَشی اور صُوفی سرگرداں ہیں۔ روحل فقیر سئیںؒ جانتے ہیں کہ اُس کا قُرب حاصل کرنے کے لئے اپنے مَن کے میل کو دھونا پڑتا ہے۔ دُنیاداری کی حرص کو ختم کرنا پڑتا ہے۔ دُنیاوی شان وشوکت کی خواہش ترک کرنی پڑتی ہے۔

''جو شخص فنا فی اللہ ہو جاتا ہے، وہ کشف و کرامات کی خواہش نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی وہ دُنیاوی شان و شوکت کی خواہش رکھتا ہے۔''(13)

روحل فقیر سئیں ؒ کے مطابق، جو لوگ انسان دوستی کی اقدار پر عمل پیرا رہتے ہیں، وہ ایک نہ ایک دن قُربِ الہی حاصل کر لیتے ہیں۔ جو، اس کائنات کی برات کا مرکز ہے۔

ایہہ سنسار ٹھگاں ٹھگ بازی، اَکھیں نال ڈِٹھوسے
ڈیکھ تماشا مُحب مِلن دا، ایہو فکر پیوسے
چشمہ آب حیاتی دا، دِل اندر گھول لدھوسے
روحل وِچ رِنداں دی مجلس، نوشہ گول گھدوسے

ترجمہ: یہ جگ ٹھگ ٹھگوں کی بازی، آنکھوں سے سب دیکھا
جب دیکھا اُس مُحب کا جلوہ، اُس کا فکر ہوا
چشمہ آب حیاتی کا، مجھے دل کے اندر ملا
روحل بیچ رِندوں کی مجلس، دولہا ڈھونڈ لیا

یہ رِندوں کی مجلس کیا ہے۔ رِند، استعارہ ہے درد کے مارے لوگوں کا، حالات کی چکی میں پسے ہوئے عوام کا۔ بے سہارا محتاجوں کا، لاوارثوں اور ضرورت مندوں کا۔ یہ استعارہ ہے مظلوموں کا۔ خستہ حالوں کا۔ یا، پھر اُن لوگوں کا، جنہوں نے بادشاہوں اور اُمراء کی محافل ترک کر کے، اِن رِندوں کی مجلس کو ترجیح دی۔ یہی وہ لوگ ہیں، جو کائنات کے اُس مرکز کو ڈھونڈ لیتے ہیں، اور ابدی طور پر، اُس کی حضوری کا شرف حاصل کر لیتے ہیں۔

جَ حضور تنہس کوں لکھیا، سچی سِک جنہیں دی
دل دریا محبت دے وِچ، تانگھیں تانگھ تنہیں دی
رہن بے پرواہ ہمیشہ، کیا پرواہ کہیں دی
روحل رنگ ربانی لاگا، پُنی آس اُنہیں دی

ترجمہ: جَ حضوری اُن کی قسمت، سچی سِک ہے جن کی
دل دریا محبت اندر، سچی طلب ہے جس کی
بے پروا رہیں یہ ہر دم، کیا پرواہ ہو کس کی
روحل جس نے رنگ لگایا، پوری آس اُسی کی

اسلام میں انسان دوستی کا بنیادی ماخذ، ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ کیونکہ وہ ذات، سب سے بڑی انسان دوست ہے۔ حضرت روحل فقیرؒ بھی اُس عظیم انسان دوست کی ہستی میں غرق ہوئے۔ فنا فی اللہ ہوئے، کیونکہ یہیں سے اُنہیں باقی باللہ کی سند عطا ہونا تھی۔ اُنہیں عشق حقیقی کی آگ میں جلنے کی لذت نے مسحور و مسرور کر دیا تھا۔ عشق کی یہ ہلکی ہلکی آنچ، ایک دن شعلہ بن گئی۔ آگ۔۔۔ عشقِ مجازی کی ہو یا عشقِ حقیقی کی۔۔۔، یہ جنگل کی آگ کی طرح، جسم کو بھی چوفیر (چاروں اطراف سے) لگتی ہے۔ یہ حقیقتِ حق کی تلاش کی آگ ہے۔ اُس نور تک رسائی، اِتنی آسان بھی نہیں ہے۔ اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں۔ لوگ اس منزل تک پہنچنے کے لئے چلے کاٹتے ہیں۔ تسبی پڑھتے ہیں۔ ماتھے پر محراب بھی بن جاتے ہیں۔ حج و زکواۃ، نماز و روزہ کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ مگر سب کی تقدیر میں حضوری نہیں ہوتی۔ ہاں، اُس عظیم انسان دوست تک رسائی کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ اُس کی مخلوق سے پیار، کرنا ہے۔ اور روحل فقیرؒ اسی راستے ہر چلے اور انسان دوستی کی منزل کا پالیا۔

حوالہ جات:

1. احیاءالعلوم بمعنی علوم کو زندہ کرنا۔ حوالہ نقل از مولوی فیروزالدین (مرتب) فیروزالغات۔۔ فیروز سنز، لاہور۔ س/ن۔ ص۔74
2. ڈاکٹر گل عباس اعوان۔۔ اُردو شاعری میں انسان دوستی (ولیؔ سے اقبالؔ تک)۔ عثمان پبلیکیشنز، اردو بازار لاہور۔ 2008ء۔۔ ص۔02
3. www./infidels.org/org/aha/definitions.
4. Encyclopedia Britinica Vol 14. Chicago USA 1962. Page 876.
5. Encyclopedia Britinica Vol 14. Chicago USA 1962. Page 876.
6. The American Humanist Association's official definition of Humanism.
7. القرآن
8. ڈاکٹر علمدار حسین بُخاری۔۔ سرائیکی میں صُوفیانہ شاعری۔۔ اسلام کا پیغامِ رواداری۔۔ (مشمولہ عصرِ حاضر میں پاکستان جی صوفی شاعرن جی کلام جی اہمیت۔۔ شعبہ سندھی۔ وفاقی اُردو یونیورسٹی، کراچی۔ جون 2012ء۔ ص۔98
9. ڈاکٹر نصراللہ خان ناصرؔ۔۔ سرائیکی شاعری دا ارتقاء۔۔ جھوک پبلیشرز ملتان۔ باراول 2007ء۔ ص۔580
10. ڈاکٹر جاوید چانڈیو۔۔ (مرتب) سویل۔۔ شعبہ سرائیکی۔۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔ 1997ء۔۔ ص۔259
11. ڈاکٹر عنایت حسین لغاری۔ ''عمر کوٹ کے دو بڑے شاعر روحل فقیر اور مراد فقیر'' ماہوار نئیں زندگی حیدرآباد 2005ع، ص18
12. حوالہ ایضاً، ص19
13. حضرت سلطان باہوؒ۔۔۔ امیر الکونین۔۔۔ 1332ھ۔ ص۔04